بفضلہ تعالیٰ

احکام شرعیہ و احادیث نبویہ کے متعلق علمی بحث کا نہایت قابل قدر مختصر رسالہ

# ادلہ کاملہ

معروف بہ

# اظہار الحق

از افادات قدوۃ المحققین زبدۃ المحدثین علامۂ زمن حضرت مولانا مولوی محمود حسن صاحب

صدر مدرس مدرسہ اسلامیہ دیوبند دامت برکاتہم

تقریباً تیس ۳۰ سال کے بعد باصرار طلبائے مدرسہ اسلامیہ

بانتظام فقیر سید اصغر حسین حسنی حنفی دیوبندی عفی عنہ ماہ ربیع الاول سنہ ۱۳۳۰ھ میں

مطبع قاسمی واقع مدرسہ اسلامی عربی دیوبند میں

باہتمام مولانا مولوی حبیب الرحمن صاحب طبع ہوا

# بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰة والسلام علی خیر خلقہ سیدنا محمد خاتم النبیین وآلہ وازواجہ
وصحبہ اجمعین اما بعد اضعف العباد محمود حسن دیوبندی اپنے دینی بھائیوں کی خدمت میں
ملتمس ہے کہ کچھ عرصہ ہوا کہ مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی نے ایک اشتہار جسکی نقل
ذیل میں کیجاتی ہے مشتمل بر چند مسائل مختلف فیہ مطبع سفیر ہندوستان امرتسر میں [illegible]
کا چھپوا کر مشتہر کر دیا کہ جو ان کا جواب دیگا اُسکو ہر ایک مسئلہ کے جواب کے عوض میں دس دس
دس روپیہ انعام دئے جاویں گے جو ہمارے مطالعہ سے بھی گذرا اور اس کو دیکھ کر نہایت تعجب
ہوا کہ اگر مولوی صاحب ممدوح کا اس چھوٹے منہ پر بڑی بات کا ارادہ تھا تو [illegible]
پر کیوں قناعت فرمائی آپ کی بلند پروازی کے لئے ہنوز گنجایش بہت تھی وہ حضرات رسول اکرم
صلی اللہ علیہ وسلم سے گزر کر جناب باری تک پہنچنا تھا کام بھی بڑا ہوتا نام بھی بڑا ہوتا آپ
دس روپیہ کی طمع دیتے ہیں ہم آپ سے فقط فہم و فراست و انصاف کے طالب ہیں ورنہ پھر
ہم ہوں گے اور آپ ہوں گے ہمارا ہاتھ ہوگا اور آپ کا دامن ہوگا روز جزا خدا اور رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم ہوں گے اور یہ مقدمہ ہوگا چنانچہ ہم اب تک ہم بوجہ بے تعصبی کے خاموش
رہے آپنے میدان سُن سان پا کر ہاتھ پانوں ہلانے شروع کئے اب آپکی چھیڑ کی نوبت یہانتک
پہونچی کہ اشتہار جاری ہو کر آنے جانے والوں کی معرفت ادھر دیوبند میں بھی آنے لگے
اس فتنہ انگیزی پر کوئی کہانتک خاموش رہے اس لئے سر دست کچھ تھوڑا ہم بھی عرض کرتے
ہیں اس کے بعد بھی اگر آپ ہاتھ پانوں ہلائیں گے تو پھر ہم بھی انشاء اللہ تعالیٰ ہاتھ دکھلا

ورنہ خیر ہم خود اہل اسلام کے نزاع فیمابین کو پسند نہیں کرتے آپ اوروں سے ہر دعوے پر جب نص صریح متفق علیہ کے طالب ہیں تو اپنے دعووں کے لئے اگر ایسے دلائل سے بڑھکر نہیں تو ایسے تو بالضرور ہی آپنے لگا رکھے ہوں گے اس لئے بروئے انصاف و قواعد مناظرہ اول آپ کو یہ لازم تھا کہ اپنے مطالب کو بطور مشار الیہ ثابت فرماتے پھر کہیں کسی سے اوجھنے کو تیار ہوتے اور ہمکو بھی اسیوقت جواب دینا مناسب تھا مگر بوجوہ چند در چند اس کشمکش میں پھنسکر اپنی اوقات کا خون کرتا ہوں پر یہ عرض کئے دیتا ہوں کہ سر دست تو میں روایات کا پتہ بتلائے دیتا ہوں اگر آپ اپنے مطالب کیلئے نصوص صریحہ لائیں گے اور اُن کی صحت و اتفاق ثابت کر دکھلائیں گے تو پھر ہم بھی انشاء اللہ اس باب میں قلم اُٹھاویں گے اور یہ بھی اسی وقت بتلائیں گے کہ کون سے مطالب کیلئے کس درجہ کا ثبوت درکار ہے یعنی تواتر و صحت و حسن و ضعف وغیرہ مراتب روایات میں سے کونسی بات کس مطلب کے لئے درکار ہے اس لئے اسبات کو تو ابھی یوں ہی رہنے دیجئے اور اپنے اعتراضوں کا جواب سن لیجئے۔

## نقل اشتہار مولوی محمد حسین صاحب [1]

میں مولوی عبد العزیز صاحب و مولوی محمد صاحب و مولوی اسمٰعیل صاحب ساکنان بلیہ وال اور جو اُن کے ساتھ طالب علم ہیں جیسے میاں غلام محمد صاحب ہوشیار پوری و میاں نظام الدین صاحب و میاں عبد الرحمن صاحب وغیرہ حنفیان پنجاب و ہندوستان کو بطور اشتہار وعدہ دیتا ہوں کہ اگر ان لوگوں سے کوئی صاحب مسائل ذیل میں کوئی آیت قرآن یا حدیث صحیح جس کی صحت میں کسی کو کلام نہو اور وہ اس مسئلہ میں جسکے لئے پیش کیجاوے نص صریح قطعی الدلالۃ ہو پیش کریں تو فی آیت اور فی حدیث کے بدلے دس روپیہ بطور انعام کے دونگا۔

اولاً۔ رفع یدین نکرنا آنحضرت کا بوقت رکوع جانے اور رکوع سے سر اُٹھانے کے۔

ثانیاً۔ آں حضرت کا نماز میں خفیہ آمین کہنا۔

ثالثاً۔ آں حضرت کا نماز میں زیر ناف ہاتھ باندھنا۔

[1] یہ اشتہار تقریباً [illegible] برس ہوئے شائع ہوا تھا اور اسی وقت [illegible] جواب [illegible] لکھا گیا تھا ۱۲

رابعاً۔ آنحضرت کا مقتدیوں کو سورہ فاتحہ پڑھنے سے منع کرنا۔
خامساً۔ آنحضرت یا باری تعالیٰ کا کسی شخص پر کسی امام کی ائمہ اربعہ سے تقلید کو واجب کرنا۔
سادساً۔ ظہر کا وقت دوسرے مثل کے اخیر تک باقی رہنا۔
سابعاً۔ عام مسلمانوں کا ایمان اور پیغمبروں اور جبرئیل کا مساوی ہونا۔
ثامناً۔ قضا کا ظاہر و باطن نافذ ہونا۔
تشریح۔ مثلاً کسی شخص نے ناحق کسی کی جورو کا دعویٰ کیا ہے کہ یہ میری جورو ہے اور قاضی کے سامنے جھوٹے گواہ پیش کر کے مقدمہ جیت لے اور وہ عورت اُس کو ملجا دے تو وہ عورت بحسب ظاہر بھی اُس کی بی بی ہے اور اُس سے صحبت کرنا بھی اُس کو حلال ہے۔
تاسعاً۔ جو شخص محرمات ابدیہ جیسے ماں بہن سے نکاح کر کے اُس سے صحبت کرے تو اُس پر حد شرعی جو قرآن یا حدیث میں وارد ہے نہ لگانا۔
عاشراً۔ تحدید آبِ کثیر جو وقوع نجاست سے پلید نہ ہو دہ در دہ سے کرنا۔
تنبیہ۔ ان مسائل کی احادیث کے تلاش کرنے کیواسطے میں ان صاحبوں کو اسقدر مہلت دیتا ہوں جسقدر یہ چاہیں زیادہ مہلت میں اُنکو بھی گنجائش ہے کہ یہ اپنے اور مذہبی بھائیوں سے مدد لیں

المشتہر ابوسعید محمد حسین لاہوری

جواب سوال اول۔ آپ ہم سے رفع یدین نکرنے کی حدیث صحیح متفق علیہ مانگتے ہیں جو درباره عدم رفع نص صریح بھی ہو جناب من ہم آپ سے دوام رفع یدین کی نص صریح حدیث صحیح متفق علیہ کے طالب ہیں اگر ہو تو لائیے اور دس کی جگہہ بیس لیجائے ورنہ کچھ تو شرمائیے اور یہ بھی نہو تو آپ آخری وقت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہی میں کسی نص سے آپکا رفع یدین کرنا ثابت کیجئیے اور نہو سکے تو پھر کسیکے سامنے منہ نہ کیجئے زیادہ وسعت چاہیئے تو ہم صحیح کی بھی قید نہیں لگاتے چہ جائیکہ متفق علیہ ہو اگر اسپر بھی آپ سے کچھ بن نہ آئے تو پھر آپ ہی فرمائیں کہ اب متبع حدیث و سنت کون ہے آپ یا ہم درصورتیکہ دوام رفع اور آخر

وقت میں رفع کسی حدیث سے ثابت نہوا تو بقا و نسخ رفع ہے احادیث رفع ساکت ہونگی
اور اس سبب سے احادیث نسخ و ترک کی معارض نہونگی جو آپ کو یہ گنجائش ملے کہ احادیث
رفع کو احادیث ترک پر ترجیح دینے کے لئے آمادہ ہوں مگر اس صورت میں حنفی متبع حدیث
ہوں گے اور آپ اپنی رائے کے تابع اور اتنی بات آپ بھی جانتے ہی ہوں گے کہ
احادیث ترک رفع بہرحال آپ کی رائے نارسا اور اجتہاد نار واسے کہیں بہتر ہیں۔

**جواب سوال دوم۔** آپ ہمسے اخفاء آمین میں احادیث صحیحہ متفق علیہا کے
طالب ہیں جو نص صریح بھی ہوں ہم آپ سے نص صریح حدیث دوام جہر کے طالب ہیں
اگر ہوں تو لائیے اور دس کی جگہ بیس لیجائیے ورنہ پھر منہ نہ دکھلائیے اور اگر زیادہ
وسعت کی طلب ہے تو آخری وقت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہی میں آپ جہر کا ثبوت
دیجئے اور دس کے بدلے بیس لیجئے ورنہ پھر ہمیں فرماؤ متبع حدیث کون رہا ہم یا تم در صورتیکہ
احادیث جہر دوام جہر پر دال نہیں اور آخری وقت میں جہر پر کوئی حدیث دلالت نہیں
کرتی تو پھر عمل میں بقاء جہر و نسخ جہر دونوں احتمال میں برابر ہوئے اسلئے احادیث
جہر امر و اخفاء و ترک جہر کے معارض نہیں بلکہ بقا و نسخ دونوں سے ساکت نکلیں اور احادیث
امر اخفاء ترک کا کوئی معارض نہیں اسلئے اُنپر عمل واجب نہیں تو اولی تو ضرور ہوگا
اس لئے حنفی متبع حدیث ہوں گے اور آپ تابع رائے نارسا ہے یہیں تفاوت رہ
از کجا ست تا بکجا۔

**جواب سوال سوم۔** آپ ہمسے اُن احادیث کے طالب ہیں جو زیر ناف ہاتھ باندھنے
پر بطور نص دلالت کریں اور کیسی ہی بھی ہوں کیسی متفق علیہ ہم آپ سے اُن احادیث کے طالب
ہیں جن سے توسعہ اور تعمیم نکلتی ہو یا سوا زیر ناف کے کسی خاص مقام پر دوام ہو۔ اگر ہوں تو
لائیے اور دس کی بیس لیجائیے ورنہ پھر زبان نہ ہلائیے بلکہ باز آئیے اور سمجھ جائیے کہ حنفیوں
کی بات بے ٹھکانے نہیں اور اگر آپ کو ابو داؤد وغیرہ کے کسی خاص نسخہ پر نظر ہے تو بعد

تسلیم صحت واتفاق صحت جو آپ کے ہاں عمل کے لئے شرط نکالی گئی ہے اس بات کو اول ثابت فرمایئے کہ وہ نسخہ احادیث زیرناف باندھنے کی نسبت کیونکر معارض ہے جو متروک ہوجائیں۔

جواب سوال چہارم۔ آپ ہم سے ان احادیث کے طالب ہیں جنسے مقتدیوں کو ممانعت قرأۃ ثابت ہو ہم آپ سے اُس حدیث کے طالب ہیں جس سے خاص مقتدیوں کو امر وجوب قرأۃ بطور نص نکلتا ہو اور پھر وہ حدیث صحیح بھی ہو اور صحیح بھی کیسی متفق علیہ بھی ہو اگر ہو تو لایئے اور دس نہیں بیس لیجایئے پر حدیث عبادہؓ جو ترمذی شریف میں موجود ہے اُس کی طرف توجہ نفرمایئے گا اول تو وہ صحیح نہیں اگر کسی نے صحیح بھی کہدیا تو اس سے اتفاق ثابت نہیں ہوسکتا جو آپ کی شرائط مقبولیں سے ہے علاوہ بریں آپ حدیث مانگتے ہیں ہم اول تو قرآن کی آیت عرض کرتے ہیں وَاِذَا قُرِءَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا۔ اور پھر یہ عرض کرتے ہیں کہ یہ وہ دلیل ہے کہ جس کو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اور حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ بھی مان گئے جو تمام جہان میں ایجاب قرأۃ علی المقتدی میں ممتاز ہیں یہی وجہ ہے کہ ایک صاحب تو تتبع سکتات امام کی تکلیف دیتے ہیں اور ایک صاحب فاتحہ اور سورۃ میں ایک سکتہ طویلہ نکالتے ہیں اگر مخالفت آیت کا کھٹکا نہ تھا تو پھر ماخذ وجوب قرأۃ فاتحہ علی المقتدی تو خود ہی مطلق اور عام تھا اس تجویز غیر مروی کی کیا ضرورت تھی اب آپ کی خدمت میں یہ گذارش ہے کہ یا تو آپ کسی حدیث صحیح متفق علی صحتہا سے چھوڑ ضعیف ہی سے سکتہ طویلہ ثابت فرمادیں اور دس نہیں بیس لیجادیں یا تتبع سکتات امام ہی کسی روایت مرفوع سے ثابت فرمائیں صحیح نہو ضعیف ہی روایت سہی پر اتنا تو ہو کہ اجتہاد صحابی کا احتمال نرہے پھر ہمسے دس نہیں بیس لیجئے ورنہ پھر عدم تعمیل آیت کا فکر کیجئے اور یہ سمجھ لیجئے کہ اول تو احادیث صحیح غیر متواتر وجوب عمل میں ہمسنگ قرآن نہیں ہوسکتی اور بالفرض بالفرض محال ہوئیں بھی تو آپ اگر متبع حدیث ہوں گے تو ہم متبع قرآن ہیں

تفاوت رہ از کجاست تا بکجا۔ اس کے بعد اگر آپ آیت میں کچھ تخصیص کریں گے تو ہم حدیث میں تاویل کریں گے اور بر وقت موازنہ آپ کو انشاء اللہ تعالیٰ معلوم ہو جاویگا کہ کس کی بات غالب ہی باقی رہیں اور احادیث اور سوا اُن کے اور دلائل اور اتفاق جم غفیر انکو ابھی ہم بھی پیش نہیں کرتے یا ر باقی صحبت باقی۔

**جواب سوال پنجم** - آپ ہمسے وجوب تقلید کی دلیل کے طالب ہیں ہم آپ سے وجوب اتباع محمدی صلی اللہ علیہ وسلم و وجوب اتباع قرآن کی سند کے طالب ہیں اگر ایک ان میں سے دوسرے کے لئے وجوب اتباع کی سند ہی تو پھر اُس کے وجوب اتباع کی کیا سند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا واجب الاتباع ہونا اگر قرآن شریف سے ثابت ہو تو قرآن کا واجب الاتباع ہونا کہاں سے ثابت ہوا اور قرآن شریف کا واجب الاتباع ہونا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد سے ثابت ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا واجب الاتباع ہونا کہاں سے ثابت ہوا بجز اس کے کہ آپ اپنے آپ کو یا اپنے اقران و امثال کو مہبط وحی آسمانی قرار دیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خاتمیت کو رلا ملا دیں اور کوئی تدبیر نہیں مگر ہر چہ بادا باد آپ ایسی ہی سند غیر معتبر لائیں اور دس نہیں بیس لیجائیں ورنہ پھر ہماری طرف سے یہ گذارش ہے کہ آپ جس موطن سے سند وجوب اتباع نبوی و قرآنی نکال کر لا دیں گے اُسی موطن سے ہم سند وجوب اتباع امام نکال کر دکھلائیں گے۔

**جواب سوال ششم** - ظہر کے وقت میں اور عصر کیوقت میں صاحبین کا تو وہی مذہب ہے جو اور اماموں کا مذہب ہے اور امام اعظم سے بھی ایک روایت یہی ہے اور اُسی پر حرمین شریفین زادہما اللہ شرفاً وغیرہ میں عمل ہے مگر ظاہر الروایت میں امام سے یہ روایت ہے کہ ظہر مثلین پر ختم ہوتا ہے اور عصر مثلین سے شروع ہوتا ہے خیر ہمکو تو بوجہ بے تعصبی کسی بات پر اڑ نہیں مگر جب آپ بے وجہ لڑنے کو طیار ہیں تو بے جواب

دے رہا ہی نہیں بجلاتے سُنیئے موطا امام مالک میں بروایت امام محمد اور بروایت یحیی ابن یحیی
حضرت ابوہریرہؓ سے ایک روایت ہے جسمیں لفظ صل الظہر اذا کان ظلک مثلک والعصر
اذا کان ظلک مثلیک موجود ہے یہ روایت ہرچند موقوف ہے لیکن بات ایسی ہے جس میں
رائے صحابی کو مداخلت ممکن نہیں اسلیئے خواہ مخواہ بالمعنی مرفوع کہنا پڑیگا اور چونکہ اس باب میں
جہاں مثل اور مثلین میں لیا جاتا ہے تو یہاں بھی یہی کرنا پڑیگا ورنہ سخت نا انصافی ہی اس صورت میں
آپ ہی فرماویں کہ ظہر کی نماز حسب ارشاد حدیث بعد مثل واقع ہو گی یا قبل مثل مگر جب وقت ظہر
بعد المثل باقی ہے تو لاجرم شروع عصر بعد المثلین ہو گا کیا عجب ہی کہ اوقات میں آخر کار تغیر و تبدل
واقع ہوا ہو ظہر کا وقت مثل سے منسوخ ہو کر مثلین تک پہونچگیا ہو اور یہ زیادتی عصر میں باعث
نقصان ہوئی ہو اسلیئے مقتضائے احتیاط و تقوی تو یہ ہے کہ تا مقدور ظہر مثل سے پہلے پہلے
پڑھ لیا جاوے اور اگر اتفاقاً بشریت سے قبل مثل اتفاق نہوا ہو تو پھر مثلین ہی سے پہلے پڑھ لے
اور عصر ہمیشہ بعد مثلین کے پڑہا کرے اور بظاہر منشا ظاہر الروایت یہی ہے اور غور کیجیئے تو
یہ بات دور از عقل نہیں کیونکہ احادیث اوقات محکم نہیں جسمیں احتمال نسخ نہو پھر اسپر روایت
مشار الیہا موجود جو نسخ کیجانب مشیر ہے تعارض ہوتا تو ہم اُنہیں احادیث کو ترجیح دیتے
جنسے مثل کو حد فاصل بین الوقتین بنایا ہے مگر جب تک اختلاف وقت ممکن ہو تو دعوے
تعارض کیونکر ثابت ہو سکتا اس لیئے یہ عرض ہے کہ جب ترجیح احادیث مشار الیہ کی کوئی صورت
نہیں تو پھر ان احادیث پر عمل کرنے سے کیا انکار ہے کیا آپ کی رائے سے بھی یہ حدیثیں گئی گزریں
اتباع سنت و احتیاط دونوں حاصل اُن کو یک لخت چھوڑ دیجیئے تو پھر عدم ادا فرائض کا کھٹکا ہر
بر۔ ہاں اگر آپ کے پاس کوئی ایسی حدیث صحیح ہو جو دربارہ دوام ادا صلوۃ عصر قبل المثلین نص
صریح ہو یا فقط آخری وقت ہی میں ادا صلوٰۃ عصر قبل المثلین پر نص صریح ہو اور پھر صحت میں
متفق علیہ ہو تو لائیے اور دس نہیں بیس لیجائیے پر اتنا یاد رکھیئے کہ نص و غیر نص کا سمجھنا
ہر کسی کا کام نہیں سوچ سمجھکر کام کیجیئے ورنہ ایسا نہو صحیح میں الزام اُلٹا دیتا تھا قصور اپنا نکل آیا

٭ [illegible] سے مراد اس علاوہ فی الزوال کے مثل و مثلین

جواب سوال ہفتم۔ تساوی ایمان کے اگر یہ معنی ہیں کہ شدت وضعف وقوت میں برابر ہو تو آپ ہی فرمائیں کہ کون کہتا ہے اور اس کی کیا سند ہے اگر ہو تو لائیے اور دس نہیں بیس لیجائیے ورنہ اس تہمت بے اصل سے باز آئیے کچھ تو خدا سے شرمائیے اور اگر یہ مطلب ہے کہ جن باتوں پر انبیاء اور ملائک کو ایمان ہے انہیں باتوں پر عوام کو بھی ایمان ہے اسبات میں عوام انہیں کے قدم بقدم ہیں تو پھر سوا آپ کے اس کا منکر ہی کون ہوگا اگر حنفیوں میں سے اسکا کوئی منکر ہو تو بتلائیے اور سند دکھلائیے اور دس نہیں بیس لیجائیے ورنہ تہمت بیجا سے باز آئیے کچھ تو خدا سے شرمائیے زیادہ کیا عرض کروں اگر یوں کہوں کہ ایمان مقولہ کیف سی ہے اور کیف قابل قسمت و نسبت بذات خود نہیں ہوتا جو کمی بیشی اور مساوات کا امکان ہو تو آپ بوجہ آیات و احادیث مشعرہ زیادت کو پیش کرکے اوقات خراب کریں گے حالانکہ اُن آیات و احادیث میں جہاں زیادتی پر دلالت ہے وہاں یہ بھی دلالت ہے کہ وہ زیادتی باعتبار تزاید احکام و اخبار تھی جو اُسوقت بوجہ تجدد نزول وحی ہوتی رہتی تھی اور اب طرح متصور نہیں باعتبار اصل ایمان نہ تھی یہ میری گذارش اُن صاحبوں کی خدمت میں ہے جو اس مسلک سے بھی واقف ہیں اور فہم و انصاف بھی رکھتے ہیں ورنہ اُن صاحبوں کی خدمت کے لئے جیسے اکثر غیر مقلدین ہوتے ہیں وہ اول ہی مضمون کافی ہے وہ صاحب اس مضمون کے جواب کی تکلیف نہ اُٹھاویں مفت حیران ہوں گے اور کچھ کام نہ چلے گا۔

جواب سوال ہشتم قبل از جواب دو ایک بات سُن لیجئے اور خدا کے لئے ذرا انصاف کیجئے ایسی علت ملک جس سے اُس کا معلول مختلف ہے نہو سکے بدلائل عقل و نقل وہ قبضہ ہے حدوث ملک اول اسی سے ہوتا ہے اُسکے بعد کہیں بیع وشرا کی نوبت آتی ہے بیع قبل القبض کا ممنوع ہونا بھی اسی بات پر دلیل کامل ہے کہ قبضہ علت ملک ہے اور ادھر مہاجرین کو خدا کا فقرا کہنا حالانکہ اکثر صاحب بہت کچھ چھوڑ کر گئے تھے وہ بھی بدیں [illegible] نہیں کہ علت ملک قبضہ ہے اُس کے اُٹھ جانے ملک [illegible] گئی تو وہ

فقرا کہلائے اور وارث گو ظاہر پرستوں کی نظر میں قبل القبض مالک ہو جاتا ہی مگر جب یہ لحاظ کیا جائے کہ وارث قایم مقام مورث ہو جاتا ہے اور بحکم۔ یُوصِیکمُ اللّٰہُ خدا کی طرف سے یہ تبدیلی ہوتی ہے تو یہ بات خود واجب التسلیم ہو جاتی ہی کہ جیسی درصورت تبدیلی اجسام کے بجاے دیگرے فوقیت و تحتیت جو جسم اول کو بہ نسبت فرش و سقف حاصل تھی بعینہ جسم ثانی کیطرف عاید ہو جاتی ہے ایسے ہی اس صورت میں قبضہ مورث بعینہ اُسکی طرف خود عائد ہو جاتا ہے یہ نہیں کہ مثل بیع و شرا کے دوسروں کے مال کو اپنی طرف کھینچا ہے اور اپنے مال کے قایم مقام کرلیتا ہی یہ فرق بشرط فہم اس بات کو مقتضی ہی کہ یہاں تازہ قبضہ چاہیئے اور وہاں وہی قبضہ مورث اُسکی طرف آجاتا ہی اسوقت اتنی ہی بات پر اکتفا کرتا ہوں اگر آپ صاحب فہم و فراست ہیں تو اتنی بات سے اصلی بات کو سمجھ جاویں گے ورنہ آپ جو کچھ اعتراض فرماویں گے تو پھر ہم بھی انشاء اللہ تعالیٰ جواب دینے کو حاضر ہیں دوسری بات یہ ہی کہ زن منکوحہ کی نسبت تو حنفیوں کا یہ قول ہی نہیں کہ قضاء قاضی ظاہر و باطن میں نافذ ہو جاتی ہے اگر سچ ہے تو سند لائیے اور دس نہیں بیس لیجائیے ورنہ اس افترا اور بہتان کے انجام کا فکر فرمائیے مگر ہاں شاید آپ عذر قلۃ تدبر یا سوء حفظ پیش کرکے یہ فرمائیں کہ منکوحہ غیر نہ سہی غیر منکوحہ کا بھی اسطرح ملک میں آجانا قرین قیاس نہیں اسلیئے یہ عرض ہے کہ جیسے بشہادت خَلَقَ لَکُمْ مَا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا ما فی الارض قابل ملک بنی آدم ہیں ایسے ہی بدلالت خَلَقَ لَکُمْ مِنْ اَنْفُسِکُمْ اَزْوَاجًا وغیرہ عورتیں قابل ملک شوہر ہیں یہاں بھی وہی قبضہ ہوگا تو ملک ہوگی نہیں تو نہیں تیسری بات یہ ہے کہ عقد نکاح کو بیع نکہیئے تو اجارہ کہنا پڑیگا مگر اجارہ کہیئے تو اُسکے بطلان کے لئے یہی کافی ہے کہ نہ اجل معلوم نہ کار محدود پھر جائز ہو تو کیونکر ہو اگر اجارہ ہوتا تو نکاح بطور معروف جائز نہوتا ہوتا تو متعہ جائز ہوتا ادھر طلاق یکطرفی اُس اعتاق کے مشابہ ہی جو مالک ہی کیطرف سے ہوتا ہے ادھر خلع کا مشابہ کتابت ہونا اسبات پر شاہد ہے کہ یہاں بھی ملک ہی ہوگی جو یہ دین لیں ہے۔ چوتھی بات یہ ہے کہ جسقدر روح اپنے بدن پر قابض ہے اُسقدر اور کوئی کسی چیز پر قابض نہیں اُسی کے قبضہ

کے بھروسے اور بھی جانداروں سے منتفع ہوتے ہیں روح کا قبضہ نہو تو پھر حیوان سے انتفاع
محال ہے ادھر ابدان حیوانات میں سے خاصکر انسان کا نافع ہونا اور بمعنی لائق میلان خاطر
مال ہونا ایسا ظاہر ہے کہ اور کسیکا نافع ہونا اور مال ہونا ایسا ظاہر نہیں کیونکہ اور چیزیں
اسیکی حفظ و ترمیم کے باعث نافع اور مال کہلاتی ہیں اس صورت میں ابدان کا مملوک ارواح
ہونا بھی مثل ارواح کے مالک ابدان ہونیکے بدرجہ اتم ہوگا کیونکہ مالک ہونے کیلئے قبضہ اور
مملوک ہونے کیلئے مالیت چاہیئے جتنے وہ دونوں زیادہ اُتنے ہی یہ دونوں زیادہ مگر چونکہ
بجز توالد کے اور منافع کے حساب سے خود روح اپنے بدن سے منتفع ہوتی ہے تو اُسکو اپنی
بدن کی بیع کچھہ تو اسوجہہ سے ممنوع ہوگی کہ اُسمیں غیر کو استحقاق تملیک ہی نہیں کیونکہ وہ خاص
اُسی کیلئے بنا ہے ہاں ما فی الارض بدلالت عقل و اشارہ خلق لکم ما فی الارض سب کیلئے
ہے اُسکی بیع ہو تو کچھہ حرج نہیں نیز اسوجہہ سے بھی ممنوع ہوگی کہ تذلل بنی آدم اصل میں خدا
کیلئے ہے اور عزت بنی آدم خاص اُسی کا حق ہے یہی وجہہ ہے کہ سوال تک غیر سے ممنوع ہوا
چہ جائیکہ اُسکی عبادت پھر اس صورت میں بیوجہہ اپنے آپ کو کیوں ذلیل کیا اور اسوجہہ سے بھی ممنوع
ہوگی کہ تسلیم مبیع اور پھر مبیع سے انتفاع بے اعانت بائع یعنی روح متصور نہیں اور آپ خود
جانتے ہیں کہ بیع اور شرط زائد حدیثوں میں ممنوع ہی ہاں اپنے بدن کے خرید لینے میں البتہ کچھ
خرابی نہیں اسلئے بدل کتابت دیکر خرید لینا ممنوع نہوا اگر عورت بحساب نفع توالد جو اُس کی
خاص غرض ہی اور موافق ارشاد نساءکم حرث لکم مردوں کے حق میں اسلئے مطلوب ہیں کہ اپنے
آپ اپنے بدن سے منتفع نہیں ہو سکتی یعنی مثلاً آنکھہ ناک سے اپنا کام نکال سکتی ہیں پر اپنے
رحم سے خود کامیاب نہیں ہو سکتی یہ ممکن نہیں کہ مثل مرد خود اپنے آپ سے جماع کرے اور بچے
جنوائے اس حساب سے عورت مثل جمادات ہی جیسے اُن کے منافع سے خود اُن کو کچھہ
نفع نہیں ایسا ہی یہاں بھی سمجھہ لیجئے اور ظاہر ہے کہ جمادات میں مملوکیت بدرجہ اتم ہے
کیونکہ مالکیت کا شائبہ بھی نہیں اسلئے عورت اپنے رحم کو فروخت کرے تو نہ اسوجہہ سے

کوئی دقت پیش آتی ہے کہ بنایا تھا خاص اُسکے لئے مثل ما فی الارض جسکی عموم مطلوبیت پر بے تخصیص لکم فرما دینا دلالت کرتا تھا عام نہ تھا پھر بیع کیوں کر دیا کیونکہ رحم اُسکے لئے ہوتا تو منتفع ہو سکتی بلکہ بدلالت خلق لکم من انفسکم ازواجا اُلٹے مردوں کیلئے اُس کا ہونا نکلتا ہی اور نہ اسوجہہ سے کچھ دشواری پیش آتی ہے کہ بیع میں اپنی توہین لازم آتی ہے کیونکہ مرتبہ صلی میں کمی آئی تو توہین لازم آتی جب عورتیں خود مردوں کے لئے مخلوق ہوئیں تو پھر کیا توہین ہے اور نہ اسوجہہ سے کوئی دشواری ہی کہ بیع میں اپنی اعانت شرط ہوگی جس سے بیع اور شرط کا اجتماع لازم آیگا جو بالیقیں ممنوع ہے کیونکہ عورتیں جب مرد ہی کیلئے مخلوق ہوئیں تو پھر اس حساب سے جیسے جانوروں کی ارواح سے کام لینا ممنوع نہیں عورتوں کی ارواح سے بھی اُن کاموں کا لینا ممنوع نہوگا جسکے لئے وہ بنائی گئیں الغرض شرط اُس امر کی ممنوع ہوتی ہے جس کا پہلے سے استحقاق نہیں ہوتا کیونکہ اس صورت میں ربوا لازم آتا ہی اور جس کا استحقاق ہوتا ہے اُس کا شرط کرنا ہی فضول ہوتا ہی جیسے بیع میں قبضہ کی شرط کر لیجاوے تو ایضاحِ مبہم ہوتا ہے کوئی نئی بات نہیں ہوتی۔ پانچویں یہ بات ہی کہ اگر عورت وھر دمیں تساوی نوعی ہوتی تو تسفل صنفی جسپر آیت خلق لکم من انفسکم ازواجا دلالت کرتی ہے خود اسبات کو مقتضی تھا کہ مثل حیوانات قبضہ کافی ہو جاوے اور بیع کی حاجت نہ پڑے مگر یہ تساوی نوعی جسکا بقا تا بقار ایمان ہی مانع عروض ملک تھا شرح اس معمہ کی یہ ہے منفعت توالد تو مرتبہ صنفی سے متعلق ہے اور منافع باقیہ مثل منفعت چشم وگوش ودست وپا وغیرہ اعضا مرتبہ نوعی سے متعلق ہیں اور یہ دونوں مرتبہ باہم ایسے مخلوط ہیں کہ تقسیم کی کوئی صورت نہیں پھر اسپر طرہ یہ کہ جسم نسوانی جس سے یہ منافع متعلق ہیں اصل میں اُنکا مقبوض ہے جس سے اُنکا مالک ہونا ظاہر وباہر ہے رہی یہ بات کہ خود عورتیں اپنے رحم سے اور فرج سے منتفع نہیں ہو سکتیں اس سے دربارہ ملک اعضار تناسل کچھ حرج نہیں ہو سکتا ورنہ یہ معنی ہوں کہ خداوند غنی عن العالمیں کسی چیز کا بھی مالک نہیں اسلئے بعد تحقیق قبضہ تام مالکیۃ نسار

اور مملوکیتہ اعضاء تناسل کا اقرار لازم ہی اور پھر بوجہ ارشاد خلق لکم من انفسکم ازواجا اور نیز
بدلالت انتفاع مرد بطور فاعلیت مردونکا بہ نسبت زنان بحیثیت منفعت مذکورہ مالک ہو سکنا
ممکن ہوا اور عورتونکا بہ نسبت مردوں کے بحیثیت مذکورہ مالک ہونا ممکن نہوا کیونکہ عروض
ملک علو مرتبہ مالک اور تسفل مرتبہ مملوک کا خواستگار ہی تعاکس مراتب میں یہ بات متصور
نہیں اسلئے بیع کی ضرورت پڑی اور مہر ثمن میں مقرر ہوا ہاں تقسیم ممکن ہوتی تو یہ بھی متصور
تھا پر کیا کیجیئے یہ مشاع بے تقسیم صحیح نہ تھا باقی رہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
اُن کیلئے ہبہ کا جواز بایں معنی ہے کہ آپ اصل میں لعد خدا مالک عالم ہیں جمادات ہوں یا حیوانات
بنی آدم ہوں یا غیر بنی آدم اگر کوئی صاحب پوچھیں گے اور فہیم ہوں گے تو شائد ہم اسبات
کو آشکارا بھی کر دیں القصہ آپ اصل میں مالک ہیں اور یہی وجہ ہے کہ عدل ٥ و مہر آپ کے
ذمہ واجب نہ تھا اور یہ مراعات نکاح و شرائط نکاح اور بات پر مبنی تھی بالجملہ تا بقاء ایمان
انتفاع منافع نکاح کیلئے بیع کی ضرورت ہے ہاں در صورت زوال ایمان بحکم
اُولٰئک کالانعام بل ہم اضل انسان مرتبہ نوعی سے گر کر زمرۂ انعام میں داخل ہو جائے
گا اور مثل انعام بمجرد قبضہ تام ملک میں آجائیگا اور کیوں نہو بدلالت وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون
عبادت بنی آدم کے حق میں اصل فطرت اور مقتضاء طبعی ہوگی کیونکہ جیسے آنکھ دیکھنے کے لئے
بنی اور کان سننے کیلئے آگ جلانے کیلئے اور پانی بجھانے کیلئے اور یہ اعراض ان اشیاء کے
حق میں مقتضائے طبعی ہیں ایسے ہی یہاں بھی چاہیئے آدمی عبادت کیلئے بنا ہی تو پھر عبادت
اُسکے حق میں ایک مقتضائے طبعی ہوگی مگر یہ ہی تو پھر عبادت اُسکے حق میں خاصہ سمجھی جائیگی
کیونکہ امور طبعیہ منجملہ خواص اشیاء ہوا کرتے ہیں اس صورت میں اگر بالفرض عبادت مذکورہ
یعنی اطاعت و انقیاد مفقود ہو جائے تو یا تو بوجہ انقلاب ماہیت وہ اُس نوع ہی سے
نرہا یا یوں کہو کہ یہ معلوم ہو گیا کہ اُس نوع سے ہی نہ تھا اتحاد شکل و صورت اس صورت
میں اتحاد عرض عام و اشتراک عرض عام ہوگا اور جب نوع انسانی نہیں تو پھر کافر

٥ یعنی بی بیوں کے حق میں برابری

کو اعلیٰ درجہ میں سمجھنا تو حیوانوں ہی کا کام ہے نیچے ہی اوتارنا پڑیگا جس سے اولٰئک کالانعام
کا مطابق عقل ہونا بھی ثابت ہو جائے گا بالجملہ بوجہ اجتماع تساوی نوعی و تسفل صنفی دونوں
جہتیں اکٹھی ہو گئیں خودمختاری بھی جس کا نتیجہ مالکیت ہے اور بے اختیاری بھی جسکا نتیجہ مملوکیت
ہے اسلئے بیچ بیچ کی بات نکل آئی سو من وجہ مالک اور من وجہٍ قابلِ ملک کہنا پڑیگا اور
بیع کے بعد زوج کی مالکیت اور اُسکی مملوکیت کا اقرار لازم ہوگا غرض نکاح میں مالکیت اور
مملوکیت ہوتی ہے اجارہ نہیں ہوتا مگر ہاں کوئی کہے تو یہ کہے کہ بیع ہوتی تو آتوھُنّ اُجورھُنّ
نفرماتے اور شوہر کو اختیار بیع ہوا کرتا اس کا جواب یہ ہے کہ لفظ اجور سے اگر اجارہ ہونا ثابت
ہوتا تو لفظ اجر عظیم اور اجر کریم سے جو اہل ایمان کی شان میں وارد ہے یہ بات ثابت ہو جائے گی
کہ خدا اور بندہ کے درمیان میں عقد اجارہ ہے اور معتزلہ وغیرہ قائلان وجوب عدل و ضرورت
عطاء اجر سچے ہیں اہل سنت جھوٹے ہیں مگر مجھے آپ سے ہنوز اتنی بے اعتقادی نہیں کہ
ایمہ فقہ کا اتباع چھوڑا تو ایمہ اعتقاد کا بھی اتباع اور اُنکی تقلید بھی چھوڑ دیں گے ورنہ اول
سے قصہ کو فیصل کرتا چلتا اور ممانعت بیع سے یہ لازم نہیں کہ ملک نہوا کرے حدیث تفریق
والدہ اور ولد سے صاف ظاہر ہے کہ کبھی ملک ہوتی ہے اور بیع ممنوع ہوتی ہے رہی یہ بات
کہ ممانعت کس درجہ کی ہے آیا بیع مفید ملک ہی نہوگی یا ہوگی مگر خبیث ہوگی اسکی تحقیق ہرچند
اسوقت دشوار ہے لیکن آپ کی خاطر بھی عزیز ہے سنئے وجہ حرمت تعدد ازواج زوجہ کے حق
میں ایک وقت میں فقط یہ ہے کہ جب زوجہ حرث یعنی زمین پیداوار اولاد ٹھہری تو پھر اگر مزارع
متعدد ہوں گے تو زرع یعنی ولد بھی مشترک ہونگے مگر گیہوں وغیرہ پیداوار خاک کو تو بوجہ
تشابہ اجزا بے کھٹکے تقسیم کر سکتے ہیں اولاد کو جو پیداوار زن ہے تقسیم کریں گے تو کیونکر
تقسیم کریں گے ایک بچہ ہوگا تو پارہ پارہ نہیں کر سکتے متعدد ہوں تو بوجہ اختلاف صورت
و سیرت موازنہ متصور نہیں پھر ارتفاع نزاع ہو تو کیونکر ہو اس صورت میں اگر بیع کی اجازت
ہو تو بحکم ملک جیسے آن سابق تک بائع کو اختیار تصرف جماع تھا ایسی ہی آن لاحق میں مشتری کو

اختیار تصرف جماع ہوگا اور اس وجہ سے احتمال اختلاط نطفہ اور اشتراک فی الولد پیش ہوگا جس سے
ممانعت بیع آپ ثابت ہو جائے گی القصہ بیع کو لازم ہے کہ امکان قبضہ موجود ہو اور یہاں قبضہ
مشتری کی کوئی صورت نہیں بائع کا قبضہ اُٹھے تو مشتری کا قبضہ موجود ہو مگر جب تک احتمال
استقرار نطفہ بائع ہے تب تک خلو مبیع و تسلیم کہاں ہی جو قبضہ مشتری سمجھا جاوے اور
جب قبضہ نہو گا تو افادہ ملک بھی متصور نہیں۔ رہی حالت حیض و نفاس اُسوقت ممانعت
جماع بائع کیطرف سے نہیں اور حالت استبراء کی ممانعت بوجہ بقاء ملک شوہر نہیں کیونکہ بمقابلہ
اہل اسلام کفار کا قبضہ بحکم آیۃ اولئک کالانعام بمنزلہ قبضہ انعام ہے فقط اپنی نسب کی
حفاظت اور نسب غیر کی صیانت ہی جسکے اتلاف اور اپنی طرف پھیر لینے کا اسکو اختیار نہیں اگر
اختیار ہے تو والد اور ولد کے مالک بنجانے کا اختیار ہے اور یہی وجہ ہے کہ اور قسم کے تصرفات
اور استخدام سے ممانعت نہیں اگر وجوب استبراء بوجہ بقاء ملک شوہر سابق ہوتا تو ملک یمین
پیدا نہوتی اور استخدام جائز نہوتا علاوہ بریں عورت بدلالت حرثٌ لکم فقط بحیثیت توالد مملوک ہوسکتی
ہے جو فقط فرج و رحم سے متعلق ہے بحیثیت سمع و بصر وغیرہ کمالات بشری مملوک نہیں ہوتی
اور اس لئے بدن زوجہ فیمابین زوج و زوجہ مشترک ہوگا اور تسلیم مبیع بے تسلیم جملہ بدن متصور
نہیں اس صورت میں تصرف فی حق الغیر بے رضا غیر لازم آویگا اور اس وجہ سے اس بیع کو بوجہ
لزوم نزاع بیع غرر بھی کہنا پڑیگا اور یہی وجوہ مانع جواز متعہ و ہبہ و اجارہ ہیں چنانچہ اہل فہم پر ظاہر ہے
گو ابتداء اسلام میں بوجہ ضرورت باوجود حرمت اصلی چندروز اسی طرح جائز رہا جیسے سفر و مرض میں افطار
صیام رمضان جائز ہوجاتا ہے اتنا فرق ہی کہ ضرورت جواز افطار عالم میں ہوتی رہتی ہے اور ضرورت
جواز متعہ وقت شوکت اسلام سے بالکل گئی گذری مگر یہ ہے تو زن منکوحہ میں قضا قاضی سے کیا ہوسکتا
ہے اگر ملک زن منکوحہ قابل انتقال الی الغیر ہوتی ہے تو بیع و ہبہ و اجارہ ہی میں کیا خرابی تھی البتہ
زن غیر منکوحہ قابل ملک ہی ملک زن شوہر کیطرف منتقل ہوسکتی ہے اس صورت میں قضا قاضی
موجب انتقال ملک ہوسکتی ہے کیونکہ علۃ ملک قبضہ تامہ ہے سو بعد قضاء ایسا قبضہ مستحکم حاصل

ہوتا ہے کہ اور طرح ایسا قبضہ میسر نہیں ہو سکتا پھر ملک ہو اس کے کیا معنی بالجملہ وجہ ممانعت
بیع عدم الملک نہیں موانع خارجیہ ہیں جب یہ بات ذہن نشین ہو گئی تو اب سُنئے کہ اصل مقصود
نکاح سے ملک ہوتی ہے خود نکاح مقصود نہیں ہوتا یہی وجہ ہے کہ اگر ملک بے نکاح حاصل
ہو جائے جیسے ملک یمین میں ہوتا ہے تو پھر نکاح کی حاجت نہیں رہتی اور احکام نکاح مثل حلت
وطی وغیرہ سب جائز ہو جاتے ہیں اس صورت میں اگر کسی اور صورت سے ملک حاصل ہو جائے
تو وہ احکام کیونکر حاصل نہوں گے قاضی اگر کسی غیر کو دلادے تو پھر امید عود کسطرح نہیں کیونکہ
اوروں کے ظلم سے نجات اُسکی حمایت سے تھی وہ خود دوسروں کا حامی ہو جاوے تو پھر کون دلوائے
اس صورت میں علت ملک یعنی قبضہ مذکورہ بجمیع الوجوہ جاتا رہتا ہے یعنی نہ اپنا قبضہ رہتا ہے نہ اپنے وکیل
کا قبضہ رہتا ہے اپنا قبضہ تو ظاہر ہے کہ نہیں رہا وکیل کا قبضہ اُسکی یہ صورت ہی کہ حاکم من وجہ
نائب خدا ہے چنانچہ اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم اُسپر شاہد ہے اور من وجہ نائب رعیت
ہوتا ہے حفظ اموال رعایا وغیرہ اُسکی دلیل ہے اسلئے سرقہ و غصب وغیرہ میں باوجود ارتفاع قبضہ
ملک باقی رہتی ہے کیونکہ ہنوز وکیل عام حاکم کا قبضہ باقی ہے ورنہ یہ بات تو ظاہر ہے کہ بے قبضہ
حدوث ملک نہیں کیونکہ اول ملک اسی سے پیدا ہوئی ہے بیع شرا وغیرہ اسباب و علل تبدل
ملک ہیں علت حدوث ملک نہیں اور جو چیز علت حدوث بمعنی موقوف علیہ ہوتی ہے وہی علت
بقا ہوتی ہے چنانچہ دھوپ کے مشاہدہ سے ظاہر ہے کہ آفتاب ہی سے پیدا ہوتی ہے اور
اُسی کے ساتھ باقی رہتی ہے غرض جو چیز کسی چیز کے حق میں واسطہ فی العروض ہوگی اُس کے
حدوث کیلئے اُس کا ہونا ضرور ہے اور جو شے کسی شے کی حدوث کیلئے ضرور ہوئی تو اُس کے
بقا کے لئے بھی اُسکا ہونا ضرور ہے کیونکہ واسطہ فی العروض سے کسی حالت میں استغنا
ممکن نہیں اور ظاہر ہے کہ حدوث ملک بے قبضہ متصور نہیں تو بقا بھی بے قبض ممکن نہیں
غرض جیسی حرکت جالسان کشتی کیلئے حدوث و بقا میں حرکت کشتی ضرور ہے ایسے
ہی حدوث و بقا ملک کیلئے قبضہ ضرور ہے خدا کا مالک الملک ہونا بھی اسی قبضہ کا ثمرہ ہے

چنانچہ بیدہ الملک اور بیدہ ملکوت کل شیء وغیرہ اشارات اسپر شاہد ہیں کہ تمام ملک اُس کے
قبضہ میں ہے پھر اُسکے بعد وہو علی کل شیء قدیر وغیرہ کا فرمانا اسپر شاہد ہے کہ تصرف مالکانہ
جو حاصل قدرت ہے اُسکی اُس قبضہ مشار الیہ کا ثمرہ ہے کہ اس صورت میں اگر قبضہ اوٹھ
گیا تو پھر ملک بھی مُلک عدم کو پرواز کر جائیگی مگر جس صورت میں نہ اپنا قبضہ ہے نہ کسی اپنے
وکیل کا قبضہ ہے تو پھر ملک کیونکر باقی رہسکتی ہے جس کا قبضہ ہوگا اُسی کی ملک بھی ہوگی
خاصکر جب یہ لحاظ کیا جاوے کہ وکیل ونائب خداوندی نے اُس غیر کو دلوا دیا کیونکہ اس
صورت میں اُسکے ملک کیلئے اہل فہم کے نزدیک اور بھی استحکام ہوجائیگا اسلئے درصورت
مرقومہ زوجہ کو خواہ مخواہ اسکے ملک سے خارج کہنا پڑیگا اور غیر کی ملک میں داخل کہنا پڑیگا
اور بہت سے بہت ہوگا تو یہ ہوگا کہ ملک جو اثر و نتیجہ نکاح تھا نکاح سے عام ہے سو یہ بات
اول تو یوں مسلم کہ رقیت میں بھی موجود دوسرے آثار کا موثر سے عام ہونا معقول و منقول
میں مسلم ہاں موثر اصلی سے عام نہ کہیئے تو ہم بھی کہہ سکتے ہیں کہ موثر اصلی وہ قبضہ تامہ ہی
ہاں یہ مسلم کہ طریقہ حصول ملک معصیت ہی اسلئے اُسکا گناہ سر پر رہیگا اور کیوں نہو ایسے
افعال کے مرتکب کی شناعت میں کچھہ شک نہیں مگر یہ اور بات ہے اور حصول ملک اور
عدم جواز اطلاق زنا وغیرہ اور بات ہی اُن احادیث میں جنمیں قطعۃ من النار فرماکر ایسے ارتکاب
سے زجر فرمایا ہے اتنا ہی ثابت ہوتا ہے کہ یہ کام بُرا ہے یہ نہیں ثابت ہوتا کہ ملک نہیں
ہوجاتی بالجملہ جیسے زنا کی بُرائی ولد الزنا کی برائی کا باعث ہے پر آدمیت اور ایمان وغیرہ
امور حسنہ کی صحت کو منافی نہیں گو طریق حصول ولد الزنا وہ زنا ہی ہے ایسے ہی مکر و فریب
وجعل دروغ کی برائی گو وقاع زن معلومہ کی برائی کا باعث ہی پر اس وقاع کے خارج از
قسم زنا اور موجب اتصال نسب ہونے کو منافی نہیں گو طریق حصول وقاع مکر و فریب
وجعل دروغ ہو۔ اب گزارش یہ ہے کہ ہمنے مقدمات مذکورہ کے لئے قرآن و حدیث
کو سند میں پیش کیا اب ان مقدمات میں سے کسی مقدمہ کی ضد و نقیض ہی کو قرآن

وحدیث سے ثابت کردیں ہم دس نہیں بیس دیں گے پر ایسی ہی سندلیں گے اور ایسا ہی استدلال
ورنہ پیش کرنے والون کے مُنہ پر مارنے کی قابل ہوگا تو پھر گستاخی معاف ؟

**جواب سوال نہم**۔ بدلالت ولاتنکحوا جو قبل آیت تحریم واقع ہے اور نیز بدلالت واُحِلَّ لکُم
مَا وَرَاءَ ذٰلِکُم اَن تَبْتَغُوا بِاَمْوَالِکُم یہ بات ظاہر ہے کہ مورد تحریم آیت حرمت مین نکاح ہے جماع
نہیں اور چونکہ نہی افعال اختیاریہ پر واقع ہوا کرتی ہے تو نکاح کا محرمات سے منعقد ہوسکنا
ممکن الوقوع ہوگا ورنہ پھر نہی کس مصرف کیلئے اور کس مرض کی دوا ہوگی علاوہ بریں نکاح
کی علت فاعلہ موجود علت قابلہ موجود تراضی ممکن پھر نکاح نہو سکنے کے کیا معنی علت فاعلہ کا ثبوت
تو اس سے زیادہ کیا کہ مرد قادر علی الجماع ہے اور علت قابلہ کا ثبوت اس سے زیادہ اور کیا
ہوگا کہ عورت محل پیداوار۔ غرض جو باتیں اور عورتوں سے متصور ہیں یا اور مردون سے متصور ہیں
وہی باتیں مردونکو اپنے محارم سے متصور ہیں اور ظاہر ہے کہ اصل مقصود نکاح جو بدلالہ نِسَاءُکُم
حرثٌ لکُم اولاد ہے بایں وجہ کہ اتنی ہی بات پر موقوف ہی محارم سے بھی متوقع پھر ممانعت
ہوگی تو اصل نکاح ہی کے ہوگی اسلئے لَاتَنکِحُوا فرمایا لاتجامعوا یا لاتقربوا نفرمایا اور با وجود امکان
ارادہ معنی حقیقی معنی مجازی کا مراد لینا صریح ناانصافی ہے ہاں اگر ضروریات تحقق نکاح
جنکی تعیین و تعداد پر ماہیت مقصود اصلی خود گواہ ہے ممکن الاجتماع نہوتی یا موجود ہی نہوتی
تو یہ بھی ممکن تھا کہ بطور مشاکلت اس نکاح کو نکاح کہدیا ہو جیسی بیع مالیس عند البایع یا
بیع میتہ و دم کو جو مال شرعی نہیں بوجہ مفقود ہونے مبیع کے جو ضروریات بیع مین سے ہی حقیقی بیع
نہیں کہہ سکتے فقط بطور مشاکلت بیع کہدیتے ہیں اور حاصل ممانعۃ غرض بیع یعنی تصرف
ہوتا ہے خود بیع نہیں ہوتی بالجملہ بوجہ فراہمی تمام سامان بیع و شرا جیسے اکثر بیوع کو بیع
حقیقی سمجھتے ہیں ایسی ہی نکاح محرمات کو بوجہ مذکور نکاح حقیقی سمجھیئے یہ نہیں کہ مجازاً نکاح
کہدیا واقع میں نکاح نہیں ہاں جیسے بوجہ مفاسد معلومہ قتل اہل ایمان کی ممانعت ہی اور قتل
کفار کی ممانعت نہیں کیونکہ وہاں وہ مفاسد نہیں حالانکہ اطلاق قتل دونوں جا بطور حقیقت

موجود ہے ایسے ہی بوجہ بعض مفاسد نکاح محارم ممنوع رہا اور نکاح اجنبیات جائز رہا
گویا عتبار اصل اطلاق نکاح دونوں جگہ حقیقی ہے مجازی نہیں لیکن نکاح حقیقی ہوگا تو آثار نکاح
بھی ایسی طرح متفرع ہو جائیں گے جیسے قتل حقیقی پر آثار قتل متفرع ہوتے ہیں یعنی جیسے درد
الم و انزہاق روح دونوں جا برابر قتل جائز ہو یا نا جائز ایسے ہی انتفاء زنا در صورت نکاح دونوں
جا برابر ہوگا نکاح جائز ہو یا نا جائز اور انتفاء زنا ہوا تو پھر احکام زنا مثل اجراء حد و دخواہ مخواہ
منتفی ہوں گے خاصکر جب یہ دیکھا جائے کہ منجملہ احکام زنا حدود ادنے بھی شبہ سے مندفع ہو جاتی ہیں ہاں
یہ بات مسلم کہ جیسے قتل ممنوع ہوتا ہے تو آثار قتل پر یعنی درد و الم اور انزہاق روح پر اتنا عذاب ہوتا ہے کہ کیا کیجئے ایسی
ہی نکاح ممنوع ہوگا تو آثار نکاح یعنی جماع وغیرہ پر اتنا کچھ عذاب متفرع ہوگا کہ کیا کیجئے غرض وہ جماع گو از
قسم زنا نہو مگر حرمت میں زنا سے بڑھکر رہیگا کیونکہ غیر محارم سے زنا ہو تو بوجہ امکان نکاح جائز اُسکی حلت کی امید
بھی ہے اور خود نکاح ہی حرام ہو تو پھر اس فعل کی حلت کی کوئی صورت نہیں علی ہذا القیاس صورت مرقومہ جواب سوال
ہشتم میں جماع بوجہ حرمت طریق حصول ملک زنا سے بڑھکر رہیگا اور حلت کی کوئی صورت نہو گی غایت ما فی الباب
یہ ہے کہ حرمت وقاع زنا سے عام ہے سو یہ بات بطور منقول تو یوں مسلم کہ جماع حالت حیض و نفاس میں حرام ہے اور
زنا نہیں اور بطور معقول یوں واجب التسلیم کہ آثار کا موثر سے عام ہونا معقولات میں مسلم ہے چنانچہ پہلے بھی گذر چکا ہے ایسا عرض
خدمت مبارک میں یہ ہے کہ ہمنے تو بدلالت عقل و نقل نکاح محرمات کا نکاح ہونا اور اسوجہ سے اُسکا از قسم زنا نہ ہونا ثابت کر دیا اب
آپ کسی ضعیف قوی دلیل عقلی نقلی سے اُسکا نکاح نہ ہونا اور اس سبب سے اُس جماع کا زنا ہونا جو بعد اس نکاح کے واقع ہوتا ہے ثابت
کیجیے اور دس نہیں بیس لیجیے پر اثبات و ثبوت ہو نری بے تکی زٹل نہو مگر اپنے خیال ناقص میں یہ آتا ہے کہ آپکو جواب
تو کچھ نہ آئیگا پر اپنی خجالت اوتارنیکو میرے ذمہ بہ بہانہ تحقیق انعقاد نکاح تہمت جواز نکاح محرمات لگائیے گا اور میں
جانتا ہوں یہی انداز آپ جواب سوال ہشتم میں اختیار فرمائیں گے اور بہ بہانہ حلت آثار نکاح آپ میرے ذمہ تہمت اجازت
دست برد زنان شوہر دار وغیرہا لگائینگے مگر یہ یاد رہے کہ تہمت کا انجام برا ہوتا ہے آخرۃ کا مواخذہ دنیا کا مناقشہ آخر ہم
بھی آدمی ہیں اگر خیال آگیا تو مبادا بدستاویز وَجَزَاءُ سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِّثْلُهَا ہم بھی آپ کی تشہیر کے درپے ہوں اور سوال پنجم
کے بہانہ سے آپکے ذمہ پر اسبات کی تہمت لگائیں کہ آپ کی مشرب کے موافق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کا وجوب

**جواب سوال سوم۔** آپ بجائی تحدید دہ دردہ اگر درپے عدم تحدید ہیں اور حجت حدیث الماء طہور ہی اور وجہ احتجاج یہ ہی کہ
الف لام طبیعت یا الف لام استغراق ہی تو قطع نظر اس سے کہ ہر دعوی کیلئے دلیل چاہیئے یعنی کاہیسے معلوم ہوا کہ طبیعت
یا استغراق مراد ہی اسکا کیا جواب ہوگا کہ اس صورت میں حسب ظاہر پرستان یہ لازم تھا کہ پیشاب بھی پاک ہوتا کیونکہ
وہ بھی اصل میں پانی ہی ہی اور لایبولن احدکم فی الماء الدائم وغیرہ احادیث اس صورت میں معارض ہونگی اور ظاہر
حال بوجہ توافق عمل در آمد زمان نبوت وصحابہ و اتفاق آرا و افہام انہیں کیساتھ ہوگا جس سے انکی قوت مزید من مزید
ہوجاویگی اور اگر بمقابلہ تحدید دہ دردہ آپ درپے تحدید قلتین ہیں اور حدیث قلتین آپکی سند ہی تو اسکا کیا جواب کہ وہ
حدیث مضطرب ہی چنانچہ شاہد روایات ابوداود ہی ظاہر ہی کہ اضطراب آیا تو پھر صحت فقود ہوئی آپ کی شرط صحت
کہاں سے آئیگی جو آپ کا مطلب ثابت ہو علاوہ بریں حدیث لایبولن احدکم کا تعارض درپیش کیونکہ اس سے صاف ظاہر
ہی کہ پیشاب وغیرہ کے پڑنیسے کوئی خرابی آتی ہی جسکا یہ بندوبست ہی سو وہ خرابی بجز نجاست اور کیا ہوگی غایت ما
فی الباب کسی درجہ میں بوجہ عموم بلوی بطور عفو عن النجاستہ نہ بوجہ وجود طہارت اجازت استعمال ہوجائی مگر مضمون لایحمل
الخبث اور لاینجسہ بظاہر اسکے مخالف اور وہ انکے مخالف کیونکہ یہاں نفی نجاست مقصود ہی اور وہاں وجود
نجاست ثابت ادہر اس بات پر توافق آرا عام و خاص کہ پانی وقوع نجاست سی نجاست قبول کرتا ہی اور زمانہ نبوت
وصحابہ کی کیفیت اسکو موید کیونکہ وہ بھی اسیطرف ناظر ہی کہ وقوع نجاست اپنا کام کرتی ہی اثر ظاہر ہو کہ نہو اس لئے
وہ دونوں تو قابل استدلال نہیں اور حدیث لایبولن بوجہ احتیاط واجب العمل ہوئی کیونکہ ایسے مقامات میں بدلالت
وجوب طہارت بعد نوم یا حرمت کل صید واقع فی الماء احتیاط واجب ہوتی ہی اب گزارش یہ ہی کہ اگر آپکے پاس
کوئی سند ایسی ہو کہ حدیث الماء طہور میں طبیعت مراد ہی یا استغراق مراد ہی تو لائیے اور دس کے بدلے بیس لیجائیے
علی ہذا القیاس اگر آپکے پاس کوئی روایت غیر مضطرب ہو یا مضطرب پر ایسے مواقع میں عمل کرنے پر دلالت کرتی
ہو تو لائیے اور دس کے بدلے بیس لیجائیے رہی حنفیہ انکا عذر مطلوب ہے تو سنیئے اول تو بحکم انصاف ہنوز حنفیہ کے ذمہ
جواب لازم ہی نہیں جب آپ جواب مطلوب سے فارغ ہولینگے اسوقت دیکھی جائیگی مگر با اینہمہ جواب پیشگی مطلوب
ہو تو لیجئے حدیث الماء پر تو بوجہ مذکور درصورت طبیعت و استغراق عمل ہی معذور کیونکہ بے عہد اس حدیث میں
کام نہیں چلتا چنانچہ سیاق وغیرہ بھی شاہد ہیں اور عہد سے اس مقام میں کام نہیں نکلتا کیونکہ ثبوت عدم تحدید استغراق

وطبیعت پر موقوف ہی اور حدیث قلتین کو بوجہ اضطراب اس مقام میں حجت نہیں بنا سکتے کیونکہ شرائط ادائے
فرائض کیلئے ایسی ہی حجت چاہیئے جیسے فرائض کیلئے ہاں فرق آب قلیل و آب کثیر متفق علیہ اور اسپر یہ
مضمون منجملہ محسوسات ہی اسلئے رائے مبتلی بہ پر رکھنا زیادہ عمدہ نظر آیا کیونکہ ادائے فرائض میں ہر جگہ رائے مبتلی بہ
کام آتی ہی ادائے جہاد میں کافر و مومن کی تمیز ضرور ہی اور یہ بات سب جانتے ہیں کہ یہ بات مبتلی بہ کی رائے پر
چھوڑی گئی ہی علی ہذا القیاس ادائے نماز جماعت میں امام کا مومن ہونا لازم ہی اور اسکی تمیز سب جانتے ہیں
کہ اُسی کی رائے پر منحصر ہی ایسے ہی نکاح وغیرہ میں شوہر وغیرہ کا مومن ہونا مومنات وغیرہا کے حق میں فرض ہی اور ایمان
کا پہچاننا سب جانتے ہیں کہ ایک رائے کی بات ہی کیونکہ اصل ایمان امر قلبی ہے الغرض مواضع کثیرہ میں ادائے فرائض بے استعمال رائے متصور
نہیں سو امام ابو حنیفہؒ نے جب یہ دیکھا کہ رائے مبتلی بہ اس باب میں حجت کاملہ ہی تو بناچاری اُسیکی رائے پر رکھنا ضروری ہوا اب
گزارش خدمت یہ ہی کہ اگر آپ کے پاس کوئی ایسی دلیل ہو جس سے اس مقام میں مشاہدہ اور رائے کا غیر معتبر ہونا ثابت ہو
تو لائیے اور اس کی جگہ ہمیں بیجائیے رہا دہ دردہ کوئی اصل مذہب نہیں ملک کسیکی یہی رائے ہو تو مضائقہ نہیں سو
اتفاق سے اکثر کی رائے اسیطرف گئی اسلئے یہی مشہور ہوگیا اور وہ عوام جو صاحب رائے نہیں ہوتے اُن کیلئے یہ رائے ایک تکیہ گاہ
بے حجت نظر آئی ورنہ اصل وہی ہی جو رائے میں آئی۔ تمت بالخیر والحمد للہ علی ذالک۔

## التماس

جواب تو ہو چکے التماس اور یادداشت بھی سن لیجئے ہمنے سنا ہی کہ اگر کوئی شخص ٹھکانے کی بات لکھتا ہی تو آپ مضامین شعریہ
لکھکر ٹالدیتے ہیں اور اس بہانہ سے جواب سے سبکدوش ہو جاتے ہیں اگر یہی انداز مناظرہ ہی تو اس سے بہتر ہم تدبیر عرض
کرتے ہیں آپ بے تکی ہانکا کریں وہ اتہا جاہلانہ سمجھکر آپکے حریف آپ چپ ہو رہیں گے کیونکہ جواب جاہلاں باشد خموشی اور یہی
جو یہ ارشاد ہوا وَاِذَا خَاطَبَهُمُ الْجَاهِلُوْنَ قَالُوْا سَلَامًا اور غور سے دیکھیئے تو آپ نے پہلے ہی یہ انداز اختیار فرمایا ہی بھلا
جس بات کے اور وں سے طالب ہیں اور آپ سے طالب کیوں نہو گے آپنے پہلے اپنے گھر کی خبر کیوں نہ لی یہ نہ سمجھا
کہ ہم اوروں سے حدیث صحیح نص صریح متفق علیہ کے طالب ہیں اور ہمسے طالب ہونگے تو ہم کہاں سے دینگے یہ بے تکی بات
نہیں تو کیا ہی بحکم مناظرہ اول آپ کو لازم تھا کہ مطالب مشار الیہا کیلئے احادیث موصوفہ بوصف مذکورہ لاتے
اُسوقت ہمسے اس قسم کی احادیث کی درخواست فرماتے اسلئے ہمنے اپنی احادیث کے مراتب کی تشریح کرنی بیجا سمجھی

جنسے ایک وضو سے کئی نمازونکا ادا کرلینا ثابت ہوتا ہی کیونکر مقبول ہونگی اور حدیث ان المومن
لاینجس انما یرید اللہ لیذہب عنکم الرجس کے بعد بے اسکے کیونکر لائق قبول ہوگی کہ اہل بیت جنمیں بدلالت
لفظ اہل بیت خود حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی داخل ہیں چہ جائیکہ اور کاملان وقت زمرہ اہل ایمان
سے نعوذ باللہ خارج ہیں اور بمقابلہ ان اللہ لا یغفر ان یشرک بہ احادیث دالہ مغفرۃ کبار صحابہ جو بالیقین
پہلے مشرک تھے کیونکر پایہ عتبار کو پہونچینگی بلکہ مشرک کی مغفرت کی امید ہی منقطع ہوجاویگی گو تائب ہوکر دلی
ہی کیون نہ ہوجاوی اور پھر اسوجہہ سے بعد ضم ضمیمہ جعلا لہ شرکا، عجب نہیں حضرت آدم علیہ السلام کی
مغفرت میں بھی تامل ہو اور بمقابلہ ومن یقتل مومنا متعمدا اون احادیث کی آپ کا ہیکو سنینگے جن سے لا الہ
الا اللہ کہنے والوں کی مغفرت نکلتی ہی اور بمقابلہ آیت لا بیع فیہ ولا خلۃ ولا شفاعۃ احادیث شفاعت
کس شمار میں ہونگی اور بمقابلہ مثنی وثلث وربٰع حدیث اخبار تسعہ ازواج مطہرات ساقط الاعتبار
ہونگی یا نعوذ باللہ دشمنان نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کو مرتکب کبیرہ شنیعہ ومصر علی الکبیرہ اور جاہر بالکبیرہ
تصور فرماوینگے اور بمقابلہ یوصیکم اللہ حدیث معاشر الانبیاء لا نورث مثل شیعہ دیوار سے ماری جاینگی
اور بمقابلہ الزانیۃ والزانی حدیث رجم کی کیا شنوائی ہوگی اور بمقابلہ فلیس علیکم جناح ان تقصروا من
الصلوٰۃ ان یفتنکم الذین کفروا اُس حدیث کو آپ کیا سمجھینگے جس سے بحالت امن منیٰ میں باوجود
مجمع کثیر رفقا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قصر کرنا ثابت ہوتا ہی سردست انہیں دس گیارہ پر
اکتفا کرتا ہوں تا کہ العشر بالعشر ہوجائے اور لدینا مزید کی دہمکی اور بڑہجائے آپ اور کچھہ رقم
فرمائینگے تو ہم بھی اور کچھہ نذر عرض خدمت کیلئے لائینگے والسلام علی من اتبع الہدیٰ و
آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ خیر خلقہ محمد وآلہ واصحابہ اجمعین
تمت بالخیر

**التماس** ۔ یہ رسالہ اول مرتبہ نہایت بدخط اور بہت ہی خراب کاغذ پر بالکل غلط طبع ہوا تھا۔ احقر نے حتی الوسع کوشش سے اس
مرتبہ بہتر چھپوانے کا اہتمام کیا ہی۔ علی ہذا القیاس ایضاح الادلہ بھی بالکل گلے ہوے کاغذ پر جابجا سے مسخ ہوکر طبع ہوئی تھی۔ اب نہایت
صحت وصفائی سے مصارف کثیرہ برداشت کرکے طبع ہورہی ہے جو انشاء اللہ دو ماہ میں تیار ہوکر ملاحظہ سے گذریگی۔

راقم خاکسار اصغر حسین عفی عنہ۔ مدرسہ اسلامیہ دیوبند مورخہ ۱۵ ربیع الاول ۱۳۳۰ھ

آپ کچھ کریں گے تو ہم بھی انشاء اللہ کچھ کریں گے مگر عند اللہ آپ جو کچھ کریں فہم و انصاف سے کریں تعصب کو چھوڑیں اور اس ناسمجھی
پر خود رائی سے منہ موڑیں ورنہ مجھکو آپکی اس ظاہر پرستی اور خود رائی سے یہ اندیشہ ہی کہ آپ متشابہات کے پیچ بچیں اور
ید اللہ فوق ایدیہم اور الرحمن علی العرش استوی کے بھروسے خدا کو نعوذ باللہ مجسم سمجھنے لگیں اور بقیاس احادیث رفع و
عدم رفع احادیث مختلفہ فی باب متعۃ النکاح کو اسپر محمول کریں کبھی یوں منع تھا کبھی یوں اسلئے کبھی یوں کر لینا چاہیے
کبھی یوں ادہر عبد اللہ بن مسعود وغیرہ کا منکر تحریم ہونا حدیثوں میں مرقوم ہی اور میں جانتا ہوں کہ آپ اپنا کام کر چکے
کیونکہ ہر چند یہ بات بالخصوص آپکی نسبت نہیں سُنی گئی پر یہ شور تو ایک مدت سے ہی کہ حضرات غیر مقلدین تجویز متعہ کے
در پے ہیں چونکہ آپ اُن سبکے امام ہیں تو یہ کب ہو سکتا ہی کہ یہ شور ادہر ہی ادہر اوڑا ہو اور نیز یہ شور بھی ایک مدت سے
ہی کہ بعض غیر مقلدین خدا کے ہاتھ پانو کو ایسا ہی سمجھتے ہیں جیسے ہمارے تمہارے ہاتھ پانو ہوتے ہیں تامل ہی تو اتنا
ہے کہ کاہیکے ہیں چاندی کے یا سونے کے یا کہیں اور کے علی ہذا القیاس آپکی اس ظاہر پرستی اور خود رائی سے یہ بھی اندیشہ
ہی کہ بہت سی احادیث کو معارض قرآن سمجھکر پایۂ اعتبار سے ساقط فرمائیں گے کیونکہ حدیث گو صحیح ہی کیوں نہو
پر کہیں قرآن کو ملتی ہی اگر حدیثوں اور روایات تواریخ سے بہ نسبت قرآن شریف کفار کا ریب و تردد میں ہونا سمجھ
میں آتا ہی تو قرآن میں لاریب فیہ فرماتے ہیں جس سے بوجہ وقوع نکرہ فی سیاق النفی بالکل ریب و تردد کا نہونا
ثابت ہوتا ہی کسیکے دل میں کیوں نہو مگر ہاں آپکو یہ کہنے کی گنجائش ہی کہ قرآن شریف میں ریب کی نفی ہی
احادیث و تواریخ میں یقین بطلان قرآن کا مذکور ہی مگر اسکو کیا کیجیے کہ بہت سے ضعفاء کو تردد بھی ہوا دوسرے
نفی لاریب ایسی ہی جیسے نہیں لا تقل لہما اُف جیسے اُس سے بدلالۃ النص ضرب وغیرہ کی نہیں نکلتی ہی لاریب
سے یقینِ بطلان کی نفی نکلتی ہی بہر حال لاریب فیہ لاریب آپکی نگاہ میں اکثر احادیث و تواریخ بلکہ مشاہدات
کی نسبت موجب ریب ہو گا آگے فرماتے ہیں ہدی للمتقین لام اختصاص اس جانب مشیر ہی کہ نہ
فاسقوں کو ہدایت ہو نہ کافروں کو پھر تفسیر ان اللہ لا یہدی القوم الکافرین اُسکے موافق بلکہ اس
مضمون میں اُس سے بڑھکر اور اکثر احادیث صحیحہ اور تواریخ معتبرہ اور اخبار متواترہ ہدایت کفار و فساق پر شاہد
سو بوجہ مخالفت مشار الیہ بمقابلہ قرآن وہ احادیث و اخبار کاہیکو مقبول ہونگی بلکہ مثل مذہب ہنود کہ
غیروں کے ہنود ہونیکی امید ہی نہیں قطع ہو گی اور بمقابلہ اذا قمتم الی الصلوۃ فاغسلوا وجوہکم وہ احادیث